3 ②

سیّد المرسلینؐ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

ترجمہ

عزیز ملک

ادبستان۔ لاہور

DATA ENTERED
۲۹۷۷۹۹۲۱
م ۳۸ دل
۷۲۰۶

بار اوّل ——— ۱۰۰۰

قیمت ——— ڈیڑھ روپیہ

سنہ ۱۹۵۶ء

ناشر

ادبستان - لاہور

محمد رفیق ملک کے اہتمام سے انشا پریس لاہور میں چھپ کر ادبستان لاہور سے شائع ہوئی

وہ دانائے سُبل، ختم الرُسل مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا، فروغِ وادیِ سینا

اقبالؒ

ترتیب

مقدمہ (یوسف ظفر) ۹
تعارف (میجر عبدالعزیز پی اے ایم سی) ۱۶
سلسلۂ نسب ۲۰
ولادت ۲۱
رضاعت ۲۲
ایامِ طفلی ۲۴
شباب ۲۶
نکاح ۲۷
بعثتِ نبوت ۲۸
ایذائیں اور محاصرہ ۳۰
معراج ۳۲
ہجرت ۳۳
غزوات ۳۴
حج ۳۵
حلیۂ اقدس ۳۸
اسمائے گرامی ۴۰
خلیقِ اعظم ۴۱

معمولات ۴۹
ملبوسات ۵۳
خوش طبعی ۵۶
ازواج مطہرات ۵۸
اولاد ۶۱
دیگر قرابت دار ۶۴
کنیزکیں ۶۵
خدام ۶۶
چوکیدار ۶۷
قاصد ۶۸
محررین ۷۱
مقربین خاص ۷۲
عشرہ مبشرہ ۷۳
اموال و مواشی ۷۴
ہتھیار اور آلات ۷۷
ترکہ ۸۰
معجزات نبوی ۸۳
وصال مبارک ۹۳

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

اقبالؔ

مشرقی فضاؤں پر برطانوی سامراج کا پرچم لہرایا، تو اُس کے سائے میں وہ مادّیت کے عفریت لہرانے لگے، جن کے رقص میں کھو کر دینِ قیّم کے متوالوں نے متاعِ ایمان چھوڑ دی اور مغربیت کے بتوں کو خدا مان کر پوجنے لگ گئے۔ ۱۸۵۷ء کی آویزش کے بعد معاشی اور جماعتی افراتفری کا شکار ہونے والے مسلمانوں کو اپنی خیریت اسی میں نظر آئی کہ وہ مغربی تمدّن کی چکاچوند میں گم ہو جائیں۔ اپنی میراثِ ایمان سے کنارہ کر لیں۔ اور یوں نہ صرف "حاکمیت کے بتِ سنگین دل و آئینہ رو" کو رام کر لیں بلکہ شریعت اسلامیہ کی آزمائشوں سے بھی نجات پا جائیں۔ چنانچہ آج جب سرزمینِ پاک میں "آئینِ اسلامیہ زندہ باد" کی صدائیں بلند ہو

رہی ہیں۔ وقت کا ہمہ گیر تقاضہ یہ ہے کہ ہم سچے دل سے مسلمان بن جائیں۔ ایک بار پھر کعبۂ دل کے اُن بتوں کو چکنا چور کر دیں جنہیں ہم نے انگریز کی خوشنودی کے لئے خانۂ دل میں بسا لیا تھا۔ اسوۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شعار بنائیں! اور اس دنیا کو جس کی دو عالمگیر جنگوں کی ہلاکت خیزیوں کو ہم نے بچشم خود دیکھا ہے، پھر اُس سلامتی کی آغوش میں لائیں، جس کا دعویٰ اسلام نے آج سے پونے چودہ سو برس پہلے کیا تھا —— دنیا کا کوئی مسلمان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ہمارا ملّی مؤقف ہے۔ جماعتی اعتبار سے اسلامیانِ عالم پر یہ فرضِ منصبی عائد ہوتا ہے کہ وہ قرونِ اُولیٰ کے مسلمان بن کر ایٹم بموں کے اس دوزخ کو محبت و ایمان کی نفیری سے امن و امان کا گہوارہ بنا دیں —— اس فرض کو پورا کرنے کے لئے ہمیں اس شاہراہ پر یک سوئی اور ارادت کے ساتھ چلنا ہو گا، جسے ہمارے ہادیٔ برحق رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین خیر الوریٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھا اور جس میں ہمارے لئے فلاحِ دارین ہے۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد یہ امر واضح ہے کہ ہمیں ایک بار پھر دامنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھامنا ہو گا۔ مکارمِ اخلاق کے لئے انہی کا لب و لہجہ اختیار کرنا ہو گا۔ اُنہی کے نقوشِ قدم دیکھ دیکھ کر چلنا ہو گا۔ زندگی

کو اسی سانچے میں ڈھالنا ہو گا، جسے آخر النبیین ؑ نے ہمارے لئے تیار کیا تھا —— یہ حقیقت اگر سمجھ میں آ گئی، تو اس مختصر سی کتاب کی افادیت بدیہی ہو جائے گی۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ ہم نے انگریز کی غلامی میں اسلام سے روگردانی اور اصلِ اسلام سے پہلو تہی کرنے کا درس حاصل کیا۔ سوال یہ ہے کہ انگریز کو ہمارے ایمانوں میں رخنے ڈالنے سے کیا حاصل ہوا؟ اس سوال کے یوں تو بے شمار جواب ہو سکتے ہیں، لیکن میں دو ہی پر اکتفا کروں گا۔ اوّل یہ کہ انگریز حکمران اُس وقت تک ہندوستان میں اپنے راج کو مستحکم نہیں کر سکتے تھے، جب تک اُن کے پیش رو حکمرانوں یعنی مسلمانوں کا شیرازہ پوری طرح منتشر نہ ہوتا۔ چنانچہ انہوں نے ہزار حیلوں سے یہ "اہم فرض" انجام دیا۔

دوسرے یہ کہ مسلمان روزِ اوّل ہی سے عیسائیت کا مدِّ مقابل ہے۔ اسے مٹانے کے لئے صلیبی جنگیں لڑی گئیں۔ یورپ کا بچہ بچہ سرزمینِ بیت المقدس کی طرف بڑھا لیکن ناکامی کی صورت میں وہ غم و غصّہ لے کر لوٹا، جو آج تک ہر عیسائی کے رگ و ریشہ میں زہر بن کر دوڑ رہا ہے۔ اسی بہیمیت نے انگریز کو ہندوستان کے مسلمانوں سے نفرت کرنا سکھائی۔ اسی کی بدولت اُس نے

تقسیم برصغیر کے وقت مسلمانوں کو دھوکا دیا اور اسی زہر سے متاثر ہو کر ہم آج بھی اُن بے شمار الجھنوں کے شکار ہیں، جن سے مسلمان ہوتے ہوئے ہمیں دُور کا واسطہ بھی نہیں ہونا چاہیئے تھا ——— الحمد للہ کہ دو سو سال کے نفرت و حقارت کے بیج ہمارے ملک میں اس قدر بار آور نہیں ہوئے کہ ہم دوبارہ اُٹھنے کے قابل ہی نہ ہو سکتے۔ اس کے لئے وہ مردانِ حر ذمہ دار ہیں جنہوں نے کبھی ٹیپو سلطانؒ کی صورت اختیار کی اور کبھی اُن علمائے دین کی جنہوں نے اپنی جانوں سے کھیل کر اسلام کا چراغ روشن رکھا۔ میری مراد سید احمد شہیدؒ بریلوی اور دوسرے بزرگانِ عظام سے ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہی وہ زہر ہے جس نے ازمنۂ وسطیٰ سے آج تک اردوپائی مورخین کی آنکھوں پر تعصب کی وہ پٹی باندھے رکھی کہ وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ گذشتہ ایک ہزار سال کے عرصہ میں یورپ نے اسلامی فکر کے چراغوں سے اپنے چراغ جلائے۔ کہیں انقلاب فرانس کے لئے اخوت و مساوات کے نعرے اسلام سے مستعار لئے گئے، کہیں کمیونزم کی اساس اسلام کے مسجدی نظام پر استوار کی گئی، کہیں تثلیث کے پجاریوں نے

پاپائیت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرکے لوتھر (LUTHER) اور کالون (CALVIN) کی قیادت میں اسلامی تعلیمات کو عیسائیت کا جامہ پہنایا۔ اور یوں آج عملی طور پر یورپ حقیقتِ اسلام سے اُسی قدر قریب تر ہو کر صداقتِ کردار و گفتار کا غازی بن چکا ہے، جس قدر برائے نام مسلمان فرزندانِ اسلام ہیں کہ ہمارے پاس نام کو اسلام ہے اور عیسائیت کے پاس نام کو عیسائیت اسلام کی بیش تر قدریں عیسائیت کے لبادے میں چھپی ہوئی ہیں اور وحدانیت کا پرستار مسلمان رہبانیت کے چمکتے ہوئے خول میں گرفتار ہے۔ تاہم عیسائی دنیا اسلام کی اس خوشہ چینی کا اعتراف کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اُس کے پاس بے شمار مادی اور اقتصادی وسائل ہیں جن سے برتری حاصل کرنے کے بعد وہ ہمیں اور ہمارے دعووں کو پرِکاہ کی وقعت بھی نہیں دیتی۔ اس سے نجات کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم حقیقی اسلام کو سمجھیں، فروعات کی جنگ سے نکلیں اخوت و مساوات، حق و صداقت اور دوسرے اسلامی نظریات کی تہ تک پہنچیں اور اُن پر عمل پیرا ہو کر دنیا کے لئے مینارِ نور بن جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے ہمیں اسوۂ رسول مقبولؐ کو اپنا شعار بنانا ہوگا۔ اور اسی صورت میں دنیا ایک پرچم کے نیچے آ سکتی ہے۔ وہ پرچم جسے حضور سرورِ دو عالمؐ نے لہرایا تھا۔

بہر کیف اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ شاعرِ مشرق کی طرح ہم بھی اپنے موجودہ عوارض اور ملّی پریشانیوں کا علاج اسی میں پاتے ہیں کہ "مصطفٰے برساں خویش را" کی دعوت پر عمل کریں اور دنیا کے لئے انسانیتِ عظمیٰ کا نمونہ بن جائیں۔

حضرت ولی اللہ محدّث دہلویؒ نے اسی مقصد کے لئے اس مختصر سے رسالہ کو عربی سے ترجمہ کیا تھا۔ آج جب ہم انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ اپنی بکھری ہوئی دولت کو سمیٹ رہے ہیں، پھر شجرِ اسلام کے سائے میں آ رہے ہیں اس رسالہ کی ضرورت و اہمیت بیش از بیش نظر آنے لگی ہے۔ میرے مکرم جناب عزیز ملک ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اسے اُردو میں منتقل کر کے ہم تک پہنچایا۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اپنے معاشرے کو اس کی روشنی میں بدلیں۔ اور اپنے مستقبل، اپنے بچوں کی تعمیر کو اس پر استوار کریں۔

"تاریخِ عالم میں یقیناً کوئی شخصیت اس قدر ہمہ گیر نہیں جس کی تاریخ حیات اس قدر شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی ہو جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات لیکن میرے خیال میں "سیّد المرسلینؐ" کے اختصار میں وہ اجمال ہے جو بڑی بڑی تصانیف میں نہیں ملتا۔

میری دُعا ہے کہ یہ رسالہ وہ مقاصد پورے کرے جن کے لئے اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جناب عزیز ملک کو اس کی جزائے خیر دے انہوں نے جس سلاست و حسن و خوبی کے ساتھ یہ ترجمہ کیا ہے، وہ محتاجِ تبصرہ نہیں۔ یہ کام انہی کا تھا اور انہوں نے بدرجۂ احسن اسے سرانجام دیا ہے۔

٢٧ راپریل ١٩٥٦ء
ہارڈنگ روڈ۔ راولپنڈی۔

یوسف ظفر

تعارف

آج سے کوئی ڈھائی سو سال پیشتر دہلی سے علم و ادب کی ایک دل کشا موج اٹھی تھی، جس نے ذوقِ سلیم کے دامن کو ایسے ایسے گراں بہا موتیوں سے بھر دیا کہ اُن کی جلا اور ضیاء سے لاکھوں تاریک دل جگمگا اٹھے۔ دریائے وجود کی اس موج کا نام عارف باللہ شاہ ولی اللہؒ تھا۔ جس کی قسمت میں مجتہدِ وقت ہونا لکھا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی پیدائش ۴ شوال ۱۱۱۴ھ چہار شنبہ کے دن طلوعِ آفتاب کے وقت ہوئی۔ ابتدائی درسی کتب اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم سے پڑھیں۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا۔ عربی صَرف و نحو پر اتنا عبور

حاصل تھا کہ دس سال کی عمر میں علمائے زمانہ آپ سے مسائل صرفیہ ونحویہ میں میں گفتگو کرتے وقت جھجکتے تھے۔

پندرہویں سال میں اپنے والدِ بزرگوار سے بیعت کی اور اعمال تصوّف بالخصوص وظائف نقشبندیہ میں مشغول ہوگئے۔ انہی دنوں آپ کے والد ماجد نے ایک مبارک تقریب منعقد کی، جس میں بڑے بڑے علماء موجود تھے۔ اس مجلس میں آپ کی رسم دستار بندی ادا کی گئی۔ سلوک اور تصوّف کے درس کی اجازت دی گئی۔

والدِ ماجد کے انتقال کے بعد آپ نے مدرسہ رحیمیہ میں درس دینا شروع کیا جس کا سلسلہ پورے بارہ سال تک جاری رہا۔ اس کے بعد آپ حرمین الشریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ سنہ ۱۱۴۳ھ کا پورا سال آپ نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت میں گزارا۔ شیخ ابو طاہر قدس سرہٗ سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ اس کے بعد شیخ وفد اللہ سے سندِ حدیث بھی حاصل کی۔ سنہ ۱۱۴۵ھ کو آپ دہلی واپس تشریف لائے اور علمِ حدیث کی اشاعت میں پہلے سے زیادہ کوشش شروع کردی۔ جس کی وجہ سے دہلی پھر سے علوم حدیث وتفسیر کا مخزن اور حنفی فقہ کا سرچشمہ بن گئی۔

سنہ ۱۱۷۶ھ کو ۶۳ برس کی عمر میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ پرانی دہلی میں دفن ہوئے۔ تاریخ وفات اس مصرعہ سے نکلتی ہے ؎

او بود امامِ اعظمِ دیں

"سیّد المرسلین ؐ" آپ کی فارسی تالیف سرور المحزون کا اردو ترجمہ ہے جس کو پاکستان کے نامور ادیب عزیز ملک نے کیا ہے۔ میں اگرچہ ادیب نہیں مگر اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے یا ایک بہت بڑی اسلامی تاریخی کتب کی لائبریری کا مالک ہونے کی حیثیت سے، اُن کی نظرِ انتخاب مجھ پر پڑی کہ اس ترجمے پر تعارف لکھوں۔

عرصہ چھ سال سے میں عزیز ملک کے مضامین مختلف رسائل اور اخبارات میں پڑھتا رہا ہوں، مگر صحیح قدر و منزلت کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب کہ "صدق" لکھنؤ میں مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی نے آپ کے ایک تاریخی مضمون خواجہ معین الدین چشتی رحؒ پر تبصرہ کرتے ہوئے زبان اور بیان کی تعریف کی تھی۔ آپ کے اسلوب میں مولانا ابوالکلام آزاد جیسی شیرینی اور مولانا ظفر علی خاں ایسا دل کش رنگِ تحریر پایا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قدرت کا ایک عطیہ ہے جس سے وہ اپنے خاص بندوں ہی کو نوازا کرتی ہے۔

اُردو میں اس کتاب کے دو ترجمے پہلے بھی میری نظر سے گذرے ہیں، مگر ایسے ناقص کہ اُن میں اصل کتاب کی روح باقی نہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ عزیز ملک کی کوششوں کو بار آور کرے اور اس ترجمہ کو ملک و ملّت کے لئے مفید بنائے۔ آمین!

مورخہ:- ۲۲ر فروری ۱۹۵۶ء
راولپنڈی

میجر عبد العزیز
پی، اے ایم سی۔

آبروئے ما ز نامِ مصطفےٰ

سلسلۂ نسب

ہمارے آقا و مولا محمد مصطفےٰ اصلی اللہ علیہ وسلم ہیں سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے :-

محمدؐ ابن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیّ بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوّی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکتہ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن معد بن عدنان ——— یہاں تک شجرۂ نسب میں سب مورخین متفق ہیں لیکن عدنان سے لے کر حضرت آدمؑ تک رواتیوں میں اختلاف ہے۔

آنحضرتؐ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک آمنہؓ ہے۔ (آمنہؓ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرّۃ)

ولادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت متفقہ طور پر دوشنبہ کا دن اور ربیع الاوّل کی نو تاریخ ہے۔ (مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء)

واقعہ فیل بھی اسی سال ہوا تھا۔

شب ولادت کا اہم ترین واقعہ ہے کہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ فارس کا آتش کدہ کہ ایک ہزار برس سے روشن تھا، یکایک سرد ہو گیا اور چشمہ ساوہ بھی خشک ہو گیا۔

رضاعت

آنحضرتؐ کو حلیمہؓ بنت ابی ذویب نے دودھ پلایا۔ انہی کے وطن میں آنحضرتؐ کے سینۂ اقدس کو شگاف دے کر دانش و نور سے بھرا گیا۔ خوش بخت حلیمہؓ کے علاوہ ابی لہب کی کنیز ثویبہ نے بھی آنحضرتؐ کو دودھ پلایا[1]۔

---

[1] سب سے پہلے آپؐ کو والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا۔ اس کے بعد ثویبہ کے حصے میں یہ سعادت آئی۔ اسی خوشی میں ابو طالب نے ثویبہ کو آزاد کر لیا ثویبہ کے بعد آپؐ حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کیے گئے۔ (صحیح بخاری، سیرت ابن ہشام)

۷۴۰۶

اُمِ ایمن حبشیہ کے نصیب میں آنحضرتؐ کو گود کھلانے کی سعادت آئی یہ آنحضرتؐ کے والد ماجد کی کنیز تھیں اور انہیں بعد میں آپؐ نے آزاد کر کے زید بن حارث سے بیاہ دیا تھا۔

آنحضرتؐ کی ولادت سے پہلے ہی آپؐ کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ کا وصال ہو گیا تھا۔ لیکن بعض روایتوں میں کہا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ کے انتقال کے وقت آنحضرتؐ کی عمر دو ماہ، سات ماہ یا آٹھ ماہ کی تھی۔

ایّامِ طفلی

آنحضرتؐ چار برس کے ہوں گے، جب والدہ ماجدہ بھی رحلت فرما گئیں[1] اب آپ کی پرورش آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی۔ ابھی عمر اقدس آٹھ برس دو ماہ اور دس دن کی ہوئی تھی کہ دادا جان کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ اور پرورش کا بار آپؐ کے چچا ابو طالب نے اُٹھایا۔

---

[1] حضرت آمنہؓ کا انتقال مقام ابوا میں ہوا، جب کہ وہ آپ کو ساتھ لے کر ام ایمن کے ہمراہ مدینہ سے مکہ مکرمہ واپس جا رہی تھیں۔ طبری اور ابن ہشام کی تحقیق کے مطابق اس وقت آپ کی عمر چھ برس کی تھی۔

جب عمرِ اقدس بارہ برس دو ماہ اور دس دن کی ہوئی تو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ارضِ شام کی طرف تشریف لے گئے۔ جب بُصریٰ کے شہر میں پہنچے، تو آپؐ کو بحیرا نامی ایک راہب نے دیکھا اور اپنی مذہبی کتابوں میں لکھی ہوئی علامتوں سے پہچان گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مرسل اور نبیؐ ہیں۔ پھر وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور دستِ مبارک تھام کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دُنیا والوں کے لئے رحمتِ ابدی بنا کر بھیجا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جب سے آپ تشریف لائے ہیں کوئی درخت اور پتھر ایسا نہیں جو سجدہ میں گر نہ گیا ہو۔ اور شجر و حجر پیغمبرِ برحق کے سوا کسی کے سامنے سجدہ نہیں کرتے ہیں۔ میں نے اپنی مذہبی کتابوں میں آپؐ کی توصیف بھی پڑھی ہے۔ پھر آنحضرتؐ کے چچا ابوطالب کو کہا کہ آنحضرتؐ کو شام کے ملک میں نہ لے جائیں، مبادا یہودی آپ کو پہچان لیں اور قتل کے درپے ہو جائیں۔ ابوطالب نے اس مشورہ پر عمل کیا اور آنحضرتؐ کو مکہ واپس لے آئے۔

شباب

اس واقعہ کے بعد آنحضرتؐ دوسری مرتبہ جناب خدیجہؓ کے تجارتی مال کی فروخت کے سلسلہ میں میسرہ غلام کی معیت میں عازمِ شام ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آپ ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص صومعہ راہبی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ سچے نبیؐ کے سوا کبھی کوئی انسان اس درخت کے نیچے نہیں بیٹھا۔

میسرہ راوی ہے کہ دوپہر کے وقت جب آفتاب کی تمازت بڑھی، تو آنحضرتؐ پر غیبی سایہ ہو رہا تھا۔

نکاح

اس سفر سے واپسی پر آنحضرتؐ نے خدیجہؓ بنت خویلد سے نکاح فرمایا اُس وقت آپؐ کی عمر ۲۵ سال دو ماہ اور دس دن کی تھی۔

پینتیس۳۵ برس کی عمر میں کعبۃ اللہ کی تعمیر میں حصّہ لیا اور حجر اسود کو اپنے دستِ مبارک سے نصب فرمایا۔

بعثتِ نبوت

جب عمرِ اقدس چالیس برس سے ایک دن اوپر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نذیر و بشیر بنایا اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام غارِ حرا میں نازل ہوئے اور کہا "اقراء" یعنی پڑھیے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، میں خواندہ نہیں ہوں۔

اس پر جبرئیلؑ نے آپؐ کو اس زور سے لپٹا لیا کہ کلفت محسوس ہونے لگی۔ پھر آپ کو چھوڑ کر وہی جملہ دہرایا۔

آنحضرتؐ نے حسبِ سابق جواب دیا۔

چنانچہ جبرئیلؑ نے دوبارہ آپ کو لپٹا لیا اور تیسری مرتبہ پھر کہا۔

"اِقرأ باسم ربك الذی خلق ـــــ

ـــــ تا قولهٗ مَالَمْ يَعْلَمْ ـــــ!

نبوّت کی ابتداء بقول بعض ۸ر ماہ ربیع الاوّل دوشنبہ کے دن ہوئی۔

ایذائیں اور محاصرہ

اب آنحضرتؐ نے قوم کو پیغامِ حق سنانا شروع کیا اور لوگوں کی بہبودی کے لئے کسی بات سے بھی دریغ نہیں فرمایا۔ لیکن اہلِ مکّہ نے نہایت کم عقلی کا مظاہرہ کیا اور آپ کو ایذائیں دینے لگے۔ حتیٰ کہ شعب کے مقام پر اہلِ بیعت سمیت آپؐ کا محاصرہ کر لیا۔

اس محاصرہ میں آنحضرتؐ تین سال سے کچھ کم مدّت تک رہے۔

رفعِ محاصرہ کے وقت آپ کی عمر انچاس ۴۹ برس کی تھی۔

اس واقعہ کے آٹھ برس ماہ اور اکیس دن کے بعد ابو طالب اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے اور اُن کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی

رحلت فرما گئیں۔

جب آنحضرتؐ کی عمر اقدس پچاس برس اور تین ماہ کی ہوئی، تو نصیبین کے جنّ اسلام لانے کی غرض سے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

معراج

اکیاؤن برس اور نو ماہ کی عمر میں اللہ تعالٰے نے آنحضرتؐ کو معراج سے مشرف فرمایا۔ پہلے آپؐ کو آبِ زمزم اور مقامِ ابراہیم سے اٹھا کر بیت المقدس لے جایا گیا۔

وہاں سے براق پر سوار ہو کر آنحضرتؐ آسمانوں پر تشریف لے گئے نمازِ پنجگانہ اسی وقت فرض ہوئی تھی۔

ہجرت

ترپن ۵۳ برس کی عمر میں ۸ ربیع الاوّل دوشنبہ کے دن آنحضرتؐ نے مکّہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ مدینہ میں بھی دوشنبہ کے دن ہی داخل ہوئے۔

یہاں آنحضرتؐ نے پورے دس برس قیام فرمایا۔

غزوات

اس دوران میں آنحضرتؐ نے کم و بیش ۲۵ یا بروایت دیگرے ۲۷ لڑائیوں میں حصہ لیا۔ غزوۂ بدر، اُحُد، خندق، بنی قریظہ، بنی المصطلق، خیبر اور طائف مشہور غزوے ہیں۔ وادی القریٰ، غابہ بنی نظیر میں بھی لڑائیاں ہوئیں اس کے علاوہ قریباً پچاس ایسی جنگوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جہاں آنحضرتؐ نے لشکر بھیجا، لیکن خود شریک نہیں ہوئے۔

حج

آنحضرتؐ نے فرض ہونے کے بعد ایک مرتبہ اور اس سے پہلے دو بار حج کیا تھا۔

حجۃ الوداع کے لئے شنبہ کے دن بالوں میں کنگھی کرنے، بدن پر خوشبو وغیرہ ملنے کے بعد گھر سے باہر تشریف لائے اور ذی الحلیفہ میں رات بھر قیام فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ میرے ربّ کا پیامی آیا ہے اور مجھے کہا ہے کہ اس مبارک وادی میں نماز گذاریئے اور عمرہ و حج دونوں کی نیت کیجئے۔ (اس کو فقہ میں قِران کہتے ہیں)

چنانچہ آنحضرتؐ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔ یک شنبہ

کے دن صبح کے وقت کوہِ کداء کی جانب سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور طواف قدوم کیا۔ اس طواف میں تین مرتبہ تیز تیز اور چار دفعہ آہستہ آہستہ چلے۔ بعد ازاں سوار ہو کر وادیٔ صفا کے وسط میں پہنچے اور اُن صحابہ کو جو قربانی ساتھ نہ لائے تھے، حکم فرمایا کہ حج کی نیت فسخ کر کے عمرہ کا قیام کریں۔ پھر حجونؔ کی پہاڑی سے نیچے تشریف لے گئے۔

ماہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو ترویہ کے دن وادیٔ منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں پر نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا کی۔ اور رات بھر وہیں قیام رکھا۔ نمازِ فجر پڑھ کر طلوعِ آفتاب کے وقت عرفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

عرفہ میں تشریف آوری سے پہلے ہی آپؐ کے لئے ...... خیمہ نصب کر دیا گیا تھا۔ جہاں آپؐ تشریف فرما ہوئے حتیٰ کہ سورج ڈھلنے کا وقت آیا۔ اسی وقت خطبہ ارشاد فرمایا اور پھر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ نمازِ ظہر اور عصر جمع کر کے باجماعت پڑھی۔

پھر جبل الرحمۃ پہنچے۔ وہاں غروبِ آفتاب تک برابر دُعا و تہلیل کہتے رہے۔ پھر مزدلفہ میں رات بسر کی۔

یہاں سے صبح کی نماز کے بعد روانہ ہوئے اور مشعر الحرام کے مقام پر طلوعِ سحر تک قیام کر کے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور جمرۃ العقبہ میں سات کنکریاں پھینکیں۔ ایامِ تشریق میں تینوں جمروں تک پیدل تشریف لے جا کر کنکریاں پھینکتے رہے۔ خیف کے سامنے والے جمرہ سے کنکریاں مارنے کی ابتداء کی۔ (خیف نشیبی زمین کو کہتے ہیں۔ اور یہاں وہ جگہ مراد ہے جہاں مسجدِ منیٰ واقع ہے) پہلے اور دوسرے جمرہ کے نزدیک طویل دعائیں پڑھیں۔ عید الضحیٰ کے دن قربانی فرمائی اور حریم کعبہ میں تشریف لے گئے اور سات مرتبہ طوافِ زیارت کیا۔ پھر سقایہ کی طرف آئے۔ سقایہ وہ جگہ ہے جہاں زمزم کا پانی جمع کیا جاتا ہے۔ یہاں پانی نوش فرما کر منیٰ کی طرف رجوع فرمایا۔ ایامِ تشریق کے تیسرے دن روانہ ہوئے اور محصب میں جا کر قیام فرمایا۔ یہاں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو احرام کھولنے اور عمرہ تمام کرنے کے لئے فرمایا۔ پھر طوافِ وداع کرنے کے بعد لشکر کو مدینے کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ آنحضرتؐ نے عمرہ چار مرتبہ ادا کیا۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ چاروں مرتبہ مہینہ ذیقعد کا تھا۔

حُلیۂ اقدس

آنحضرتؐ میانہ قد تھے۔

رنگ سُرخ و سفید تھا۔

سینہ فراخ تھا۔

سر کے بال کان کی لو تک پہنچتے تھے۔

بالوں پر سفیدی نہ آئی تھی۔

سر اور داڑھی میں صرف بیس بال سفید ہوئے تھے اور اُن میں چمک موجود تھی۔

روئے مبارک چودھویں کے چاند کی طرح دمکتا تھا۔

بدن اعتدال پر تھا۔

اگر خاموش ہوتے، تو ہیبت و بزرگی ظاہر ہوتی۔

اگر سخن فرماتے، تو لطف و ناز کی ٹپکتی۔

دور سے دیکھنے والا جمال و نزاکت محسوس کرتا۔

قریب سے زیارت کرتا، تو شیرینی و ملاحت پاتا۔

آپ بہت شیریں گفتار تھے۔

ابرو دراز باریک اور غیر پیوستہ تھے۔

ناک بلند، رخسارے نرم، دہن کشادہ، دانت چمکدار اور فراخ تھے

دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔

ایک ثنا خواں نے کیا خوب کہا ہے کہ

"میں نے نہیں دیکھا، حضورؐ سے پہلے
نہ حضورؐ کے بعد، حضورؐ جیسا۔"

اسمائے گرامی

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرا نام محمدؐ ہے اور احمدؐ اور ماحیؐ کہ میری وجہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو نابود کرتا ہے۔ اور حاشرؐ کہ حشر کے دن سب سے پہلے اٹھوں گا۔ اور عاقبؐ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا

ایک اور روایت میں مقفیؐ، نبی التوبہؐ، نبی الرحمۃؐ اور نبی الملحمہؐ نام بھی آئے ہیں۔ آیاتِ قرآنی میں خدائے دوجہاں نے اپنے پاک حبیبؐ کو بشیرؐ، نذیرؐ، رحیمؐ، رحمۃ العالمینؐ، محمدؐ، احمدؐ، طٰہٰؐ، یٰسینؐ، مزملؐ، مدثرؐ، عبداللہؐ اور منذرؐ وغیرہ ناموں سے یاد فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی ناموں کا ذکر آیا ہے۔ لیکن یہ سب کے سب حضورؐ کے اسمائے صفاتی ہیں۔

خلیقِ اعظم

حضرت عائشہ صدیقہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاقِ عالیہ سے متعلق ایک استفسار کے جواب میں فرمایا کہ خلقِ اعظم آپؐ کا قرآن کی تفسیر تھا۔

آپؐ کی خوشی اور غصہ محض اللہ تعالیٰ کے لئے تھا۔ اپنی ذات کے لئے ناراض نہ ہوتے اور نہ کبھی کسی کو سرزنش کرتے۔ لیکن احکامِ باری تعالیٰ سے نافرمانی کرنے والوں سے ضرور بازپرس کرتے۔ اور جب کبھی ایسا ہوتا، تو آپؐ کے غصہ کی تاب کوئی نہ لا سکتا تھا۔

آنحضرتؐ شجاع تریں، بے حد سخی اور کریم انسان تھے۔ ایسا کبھی نہ ہوا

کہ کسی نے کوئی چیز مانگی ہو اور آپؐ نے دینے سے انکار کر دیا ہو۔ درہم و دینار گھر میں نہ رہنے دیتے تھے۔ اگر بہ فرضِ محال رہ جاتا، تو جب تک اُسے مستحق لوگوں کو دے کر بری الذّمہ نہ ہو جاتے، گھر میں تشریف نہ لاتے۔

بیت المال سے اپنے اور اہلِ بیت کی ایک سالہ ضروریات کے لئے ارزاں ترین جنس یعنی کھجور اور جَو وغیرہ لے لیا کرتے۔ پھر اس میں سے بھی اتنی خیرات فرماتے کہ سال گذرنے سے پیشتر ہی یہ ذخیرہ ختم ہو جاتا۔

آنحضرتؐ کی گفتگو سراسر صدق و صفا کا آئینہ ہوتی تھی۔

ایفائے وعدہ کا ہر حالت میں خیال رکھتے۔

بندگانِ خدا کو نیکی کا درس دیتے۔

بیگانوں اور یگانوں سے نرمی برتتے۔

حلم اور بُردباری آپؐ کی طبیعت کے خاص اوصاف تھے۔

نظر ہمیشہ سوئے زمین رکھتے تھے۔ آسمانوں کی طرف کم دیکھتے۔ اکثر آپؐ کا دیکھنا گوشۂ چشم سے ہوا کرتا تھا۔

متواضع اس قدر تھے کہ امیر و غریب، غلام و آزاد کسی کی دعوت رَد نہ فرماتے۔

مخلوقِ خدا پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ بلّی کو دودھ پلاتے ہوئے اس کے سیر ہو جانے تک برتن اس کے آگے بڑھائے رکھتے۔

آپؐ کی ذات اس قدر پاکیزہ تھی کہ لذّات دنیویہ کبھی آپؐ کو مغلوب نہ کر سکیں۔

اپنے احباب کی عزّت کرتے۔ مجلس میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ خدمت میں آنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی اور جگہ تنگ ہو جاتی، تو اپنے پاؤں سمیٹ کر جگہ فراخ فرما دیا کرتے۔ آنحضرتؐ کا زانو اہلِ دربار کے کسی فرد کے زانو سے آگے نکلا ہوا نہ ہوتا تھا۔

اگر کوئی آنحضرتؐ کو ناگاہ دیکھ پاتا، تو ہیبت زدہ ہو جاتا لیکن دربارِ رسالت میں محبت کی فراوانی حیرت ناک طور پر محسوس کرتا۔

دربارِ اقدس میں صحابہ کرامؓ کا ہر وقت جمگھٹا رہتا۔ ستارے تھے کہ گردِ ماہ جمع رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے، تو صحابہ کرامؓ خاموشی سے سنتے اور قطعِ کلام کی ہرگز جرأت نہ کرتے۔ حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل میں کمال عجلت سے کام لیتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی سے ملتے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا

اُسے سلام علیک کہنے میں ہمیشہ پہل کرتے۔ احباب سے ملاقات کے وقت اُجلا لباس پہننے کا اہتمام بھی کرتے تھے۔

اپنے جاںنثاروں کے حالات سے ہر لحظہ باخبر رہتے۔ اگر کوئی علیل ہوتا تو اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے۔ اگر کوئی سفر میں گیا ہوتا، تو اس کے لیے دعائے خیر فرماتے۔ انتقال کر جانے والوں کے حق میں انا للہ کہتے اور مغفرت کی دُعا فرماتے۔

آزردہ دلوں کی دل جوئی کرتے۔ دلاسا دیتے۔ احباب کے باغات میں تشریف لے جاتے اور ان کی ضیافتوں میں شریک ہوتے۔

علماء کی قدر فرماتے۔

سب سے بخندہ پیشانی ملتے۔

عذر خواہ کا عذر قبول کر لیتے۔

توانا اور ناتواں سے یکساں عدل فرماتے۔

پاسِ ادب کی نیت سے عقب میں چلنے والوں کو اپنے ساتھ ساتھ چلنے کے لئے کہتے۔ ہنگامِ سفر اگر خود سوار ہوتے، تو ہمراہی کو بھی سوار کر لیتے اور پیدل نہ چلنے دیتے۔ اگر وہ سوار ہونے میں تامّل کا اظہار کرتا، تو

فرماتے کہ میری رفاقت ترک کر اور تجھے جہاں جانا ہے چلا جا۔

اپنے خادموں سے مروّت کا سلوک فرماتے۔

غلاموں کے لباس اور خوراک میں ادنیٰ اور اعلیٰ کا امتیاز روا نہ رکھتے۔

انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک سفر و حضر میں آنحضرتؐ کی خدمت گذاری کی، لیکن میری خدمت کے مقابلہ میں آنحضرتؐ کی شفقت بدرجہا زیادہ ہوتی تھی۔ اس تمام تر عرصہ میں اُف کا ناخوش کلمہ آنحضرتؐ کی زبان سے کبھی نہیں نکلا۔ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر بازپرس نہیں کی۔

ایک سفر کا واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ نے صحابہؓ کو گوشت پکانے کا حکم دیا۔ ایک صحابی بولے کہ بکرے کو ذبح میں کروں گا۔ دوسرے نے بکرے کی کھال اُتارنے کا ذمہ لیا۔ تیسرے نے پکانے کی اجازت چاہی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "جنگل سے لکڑیاں ہم لائیں گے۔" صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، ہم سب انتظام خود کرلیں گے آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم پر اپنی فوقیت جتاؤں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ خصلت بہت مکروہ ہے چنانچہ آپ اسی وقت تشریف لے گئے اور جنگل سے لکڑیاں جمع کر لائے۔

ایک اور سفر کے دوران میں آنحضرتؐ اونٹ پر سوار تھے۔ نماز کا وقت آیا اونٹ سے اترے اور نماز پڑھی۔ جب پھر سوار ہونے لگے، تو صحابہ کرامؓ آپؐ کو سوار کرانے میں مدد دینے کے لئے آگے بڑھے۔ فرمایا، رہنے دو، تردّد کی ضرورت نہیں، تم میں سے کسی کو بھی دوسرے سے ہرگز مدد طلب نہ کرنی چاہیئے، خواہ وہ مسواک کے ٹکڑے کا سوال ہی کیوں نہ ہو۔

آنحضرتؐ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔

مجلس میں جہاں جگہ ملتی تشریف فرما ہو جاتے اور صدر نشینی کا خیال بھی دل میں نہ لاتے۔ اور تمام مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنے کی ہدایت فرماتے۔

ہر صحابی سے کچھ اس طرح پیش آتے کہ وہ یہ سمجھتا، بس حضورؐ کی نظر میں وہی سب سے زیادہ عزیز ہے۔ وجہ یہ تھی کہ سب سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے۔ جب تک کوئی شخص خود بخود اُٹھ کر نہ چلا جاتا، آنحضرتؐ بھی بیٹھے رہتے۔ اگر کوئی ضرورت پیش آجاتی، تو معذرت فرما کر تشریف لے جاتے۔

آپؐ نے کبھی کسی کی دل شکنی نہیں فرمائی۔ اگر نادانستہ طور پر کسی سے کوئی بے ادبی سرزد ہو جاتی، تو معاف فرما دیتے اور درگذر کرتے۔ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ فقیروں کو دوست رکھتے اور اُن کے ساتھ بیٹھنے کو

پسند فرماتے۔ کوئی نادار مسلمان انتقال کر جاتا، تو اس کے جنازے میں شریک ہوتے۔ کسی فقیر کو اس کی مسکینی کے باعث حقیر نہ گردانتے اور نہ کسی بادشاہ کی امارت و شوکت سے مرعوب ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گراں بہا سمجھتے۔

کسی خوراک سے نفرت نہ کرتے۔ اگر رغبت ہوتی کھا لیتے اور نہ ترک کر دیتے۔

پڑوس میں بسنے والوں کا خیال رکھتے۔ مہمانوں کی تواضع میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے۔

چہرہ اقدس ہر وقت متبسم اور شگفتہ رہتا۔

نعلین اور کپڑوں کو خود ہی پیوند لگا لیا کرتے۔

سواری کے لئے گھوڑا، اونٹ اور دراز گوش پسند فرماتے۔

چادر کے گوشہ کو پانی میں بھگو کر خود ہی گھوڑے کے جسم کو صاف کرتے۔

آنحضرتؐ فال لینا بھی پسند کرتے تھے۔ فال لینے سے مراد ہے کہ جب انسان کسی کام میں مشغول ہو، تو کوئی نیک کلمہ کہ جس کے سننے سے

خوشی محسوس ہو، اس کے کان میں پڑے۔

لیکن طیرہ کو بُرا سمجھتے تھے۔ طیرہ سے مراد کسی جانور مثلاً بلّی وغیرہ کا دائیں بائیں راستہ کاٹ کر نکلنا یا کوّے کی آواز کا بدشگون خیال کرنا۔

معمولات

جب کوئی من بھاتی چیز آنحضرتؐ کو ملتی، تو الحمد للّٰہ رب العلمین فرماتے۔

جب کسی ناخوشگوار امر سے سابقہ ہوتا، تو الحمد للّٰہ علی کلِّ حالٍ فرماتے۔

کھانا تناول فرمانے کے بعد یہ دُعا پڑھا کرتے۔ الحمد للّٰہ الذی اطعمنا وَسقانا وارَدانا وجعلنا من المسلمین۔

ہمیشہ قبلہ رُو بیٹھتے اور ذکر الٰہی زبانِ پاک پر ہوتا۔ فضول باتوں سے اجتناب فرماتے۔ ایک نشست میں سو مرتبہ استغفار کہتے۔

خطبہ مختصر کرتے تھے

نماز میں طوالت پسند تھی اور نماز اس قدر خشوع و خضوع سے ادا کرتے کہ سینۂ مبارک سے جوشِ رقت میں قلب کی دھڑکن بآسانی سنی جاسکتی تھی ۔ یہ آواز تانبے کی دیگچی میں کھولتے ہوئے پانی سے مشابہ ہوتی تھی۔ دو شنبہ پنج شنبہ اور عاشورہ کے دن کے علاوہ ہر مہینے میں (رمضان شریف کو چھوڑ کر) تین دن روزہ رکھا کرتے۔ بہت کم اتفاق ہوا ہوگا کہ جمعہ کے دن آنحضرتؐ روزے سے نہ ہوں۔ رمضان شریف کے علاوہ شعبان میں بھی اکثر روزہ سے رہتے۔

یہ خاصۂ آنحضرتؐ تھا کہ سوتے میں آنکھیں تو بند ہوتی تھیں لیکن وحی کے انتظار میں دل بیدار رہتا تھا۔ سوتے میں سانس لینے کی آواز تو سنائی دیتی تھی لیکن خراٹا کبھی نہ بھرتے تھے۔ جب کبھی خواب میں ناپسندیدہ چیز دیکھتے ھُوَ اللہ لاشریک لہٗ فرماتے۔ جب بستر پر آرام فرمانے لگتے، تو ربِّ قنی عذابک یوم تبعث عبادک کہتے۔ جب بیدار ہوتے تو الحمد للہ الذی احیانا بعد اماتنا والیہ النشور فرماتے۔

آنحضرتؐ نے صدقہ کا مال کبھی نہیں کھایا۔ لیکن احباب ہدیہ پیش کرتے

تو قبول فرما لیتے۔

صدقہ وہ ہے جو طلبِ ثواب کی نیّت سے فقراء کو دیا جاتا ہے۔ لیکن فقراء کی عظمت منظور نہیں ہوتی۔ ہدیہ دوسرے کو بلند مرتبہ اور صاحبِ عظمت جان کر پیش کیا جاتا ہے۔

اگر کہیں سے ہدیۃً کوئی چیز آتی، تو آنحضرتؐ اس ہدیہ جیسی یا اس سے بہتر کوئی چیز اس کے بدلے میں اس شخص کو عنایت فرماتے۔

سامانِ خورد و نوش کو مہیّا فرمانے میں کبھی تکلّف نہ فرماتے۔ فاقہ اور شدتِ جُوع کے احساس کے وقت شکم پر پتھر باندھ لیتے تھے تاکہ کمزوری کا احساس نہ ہو سیم و زر کے مقابلہ میں آنحضرتؐ نے آخرت ہی کو ترجیح دی۔

سرکہ کے ساتھ روٹی تناول کرتے اور فرماتے کہ روٹی اور سرکہ بہترین غذا ہے۔ مُرغ اور سرخاب کا گوشت بھی آنحضرتؐ نے تناول فرمایا۔

بکرے کے بازو کا گوشت اور کدّو آپؐ کو بہت مرغوب تھا۔

فرمایا کرتے کہ روغن زیتون کھایا کرو اور ہمیشہ اپنے بدن پر مالش کیا کرو۔ اس کے اندر بڑے مبارک خواص پوشیدہ ہیں۔

کھانا تین انگلیوں یعنی انگوٹھا اور اس کے ساتھ کی دو انگلیوں سے

تناول فرماتے ۔

جَو کی روٹی کے ہمراہ خشک کھجور، تازہ کھجور اور خربوزہ، کھجور اور بادرنگ، کھجور اور مکھن ملا کر بھی استعمال کیا کرتے تھے ۔

شیرینی اور شہد سے بھی رغبت تھی ۔

پانی بیٹھ کر اور تین سانس لے کر نوش فرماتے ۔ پیالہ میں اگر کسی قدر پانی بچ رہتا، تو دائیں جانب بیٹھے ہوئے خدام کو عنایت فرما دیتے ۔

ایک دن دُودھ پیتے وقت فرمایا کہ مشروبات کے شکرانہ میں اَللّٰھُمَّ ارزقنا خیراً منہ کہنا چاہیے اور جو کوئی دُودھ پیئے تو اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ کہے ۔ کیونکہ دُودھ ایسی نعمت ہے جو خوردنی اور نوشیدنی دونوں کا کام دیتا ہے ۔

ملبوسات

آنحضرتؐ اُونی کپڑے پہنتے۔ پاؤں میں پیوند کیا ہوا جوتا ہوتا۔ لباس کے سلسلہ میں کوئی تکلف نہ فرماتے۔ قمیص کو بہترین لباس سمجھتے۔ جب نیا کپڑا زیبِ تن کرتے، تو اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا اَلْبَسْتَنِیْہٖ وَاَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ فرماتے۔

آنحضرتؐ کو سبز رنگ سے خاص رغبت تھی۔

اگر کبھی کوئی کپڑا پاس نہ ہوتا، تو ایک چادر ہی لباس کی صورت میں اس طرح استعمال فرما لیتے کہ چادر کے دونوں سروں کو شانوں کے درمیان باندھ کر نماز ادا کر لیتے۔ دستار بھی باندھا کرتے اور دستار کا شملہ دونوں شانوں

کے درمیان لٹکا ہوتا تھا۔

بعض روایتوں کے مطابق آپؐ نے سرخ دھاریوں والی یمنی چادر بھی استعمال فرمائی ہے۔

سیدھے ہاتھ میں یا بسا اوقات بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں چاندی کی انگشتری پہنتے تھے۔ اس پر محمد رسول اللہ منقش تھا۔

خوشبو کو بے حد پسند فرماتے اور بدبو سے نفرت کرتے۔ کئی اقسام کی خوشبو سے رغبت تھی۔ مثلاً غالیہ جو عنبر و مشک اور کافور سے مرکب کر کے تیار کی جاتی ہے۔ اور کبھی تنہا مشک ہی استعمال فرماتے تھے۔ خوشبو کی غرض سے عود اور کافور کا بخور بھی لیا کرتے۔

اثمد جو اعلیٰ قسم کا سرمہ ہے، استعمال میں لاتے تھے۔ دائیں آنکھ میں تین بار اور بائیں آنکھ میں دو بار سرمہ لگاتے اور ایسا عدد طاق کی رعایت سے کیا کرتے۔ آنحضرتؐ کبھی کبھی روزہ کی حالت میں بھی سرمہ لگا لیتے تھے۔

سر اور ریش مبارک میں روغن زیتون کا استعمال بہت زیادہ کرتے۔ تیل کا استعمال ہر تیسرے روز کیا کرتے تھے۔

کنگھی کرتے وقت یا جوتا پہنتے ہوئے اور وضو کے وقت، نیز ہر کام

میں دائیں جانب سے ابتدا کرتے ۔

آئینہ بھی دیکھا کرتے تھے ۔

سفر میں چند چیزیں مثلاً تیل کی شیشی ، سرمہ دان ، آئینہ ، کنگھی ، قینچی ، مسواک ، سوئی دھاگہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے ۔

رات بھر میں تین مرتبہ مسواک کرتے ۔ اوّل سوتے وقت ، پھر تہجد کے وقت اور تیسری مرتبہ نمازِ فجر کے وقت ۔

خون کی صفائی کی رعایت سے پچھنے لگا کر سینگھی سے خون کھنچوایا کرتے ۔

خوش طبعی

آنحضرتؐ گاہ گاہ خوش طبعی بھی فرماتے۔ لیکن اس میں بھی ایک خاص بات ہوتی تھی۔

ایک دن کوئی شخص خدمتِ اقدس میں آیا اور آپؐ سے سواری کے لئے اونٹ مانگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، ہم تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔ اس نے عرض کیا، وہ میرے بوجھ کا کیوں کر متحمل ہو گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ارے بھلے آدمی، اونٹ بھی اونٹنی ہی کا بچہ تو ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ کوئی عورت اپنے علیل شوہر کے لئے دعا کرانے کو آئی۔ آں حضرتؐ نے فرمایا، تیرا شوہر وہی ہے نا جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔

آنحضرتؐ کی مراد آنکھ کے ڈھیلے کی سفیدی سے تھی۔ وہ عورت سمجھی شاید پتلی کی سفیدی کو کہہ رہے ہیں۔ واپس گھر گئی اور شوہر کی آنکھیں بغور دیکھنے لگی۔ اُس نے حیران ہو کر پوچھا، کیا دیکھتی ہے؟ اُس نے کہا، آنحضرتؐ نے مجھے بتایا ہے کہ تیری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ شوہر نے کہا کہ وہ کون سا انسان ہے، جس کی آنکھوں میں سفیدی نہیں۔

ایک بوڑھی عورت خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور مغفرت کی دُعا چاہی۔ آپؐ نے فرمایا، کوئی بوڑھی عورت جنّت میں نہ جائے گی۔ وہ مغموم ہو کر چلی گئی۔ دربار سے نکلی ہے، تو آنحضرتؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اسے بشارت دو کہ وہ بحالت پیری جنت میں نہ جائے گی۔ بلکہ خدا کے حکم سے از سرِ نو جوان ہو کر جنت میں بھیجی جائے گی۔

قرآنِ پاک میں بھی باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّا اَنشَاْنٰھُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا۔

یعنی ہم مومنات کو پیدا کریں گے دوسری مرتبہ یعنی حشر کے دن اور اُن کو بھیجیں گے بہشت میں جوان لڑکیوں کی مانند بنا کر۔

ازواجِ مطہرات

سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ بنت خویلد آپ کے نکاح میں آئیں۔ اُن کے بعد سودہؓ بنت زمعہ حرمِ نبویؐ میں آئیں۔ جب اُن کی عمر زیادہ ہوگئی، تو انہوں نے اپنی نوبت حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بخش دی۔

مکّہ معظمہ میں ہجرت سے دو سال قبل آنحضرتؐ نے عائشہ بنت ابوبکرؓ سے نکاح فرمایا۔

حضرت عائشہؓ کی عمر آنحضرتؐ کے وصال کے وقت اٹھارہ سال کی تھی۔ اُن کا وصال ۱۷ر ماہ رمضان المبارک ۵۸ھ میں ہوا۔ اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ کے سوا آنحضرتؐ نے کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں فرمایا۔

حفصہؓ بنت فاروقؓ بھی آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے کسی وجہ سے حفصہؓ کو طلاق دینا چاہی۔ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان سے رجوع کیجئے۔ کیوں کہ حفصہؓ بہت روزہ دار اور نماز گذار ہے۔ ایک اور روایت میں یہ مذکور ہے کہ آں حضرتؐ نے بہ پاسِ خاطر حضرت عمر فاروقؓ ان سے رجوع کیا تھا۔ واللہ اعلم۔

اُم حبیبہؓ بنت ابو سفیان بھی آں حضرتؐ کے نکاح میں آئیں۔ وہ اس وقت حبشہ میں تھیں۔ آں حضرتؐ کی طرف سے شاہ نجاشی نے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ نکاح کے متولی عثمان بن عفان یا بقول بعض خالد بن سعید بن العاص مقرر ہوئے تھے۔

حضرت زینبؓ پہلے زید ابن الحارث کے نکاح میں تھیں۔ اُن سے طلاق ہو گئی، تو آں حضرتؐ کے حرم میں داخل ہوئیں۔

جویریہؓ بنت حارث غزوہ بنی المصطلق میں اسیر ہو کر آئیں۔ بعد میں ان کا نکاح آں حضرتؐ سے ہو گیا۔

جناب صفیہؓ جو حضرت ہارون کی اولاد سے تھیں۔ غزوہ خیبر میں اسیر

ہوئیں۔ آں حضرتؐ نے انہیں آزاد کیا اور نکاح فرمالیا۔ اور آزاد کرنے کو اُن کا مہر ٹھہرایا۔

خالد بن ولیدؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ حضرت میمونہؓ سے بھی حضورؐ نے نکاح فرمایا۔

ام سلمہؓ آں حضرتؐ کے آخری ازواج میں سے تھیں، لیکن بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آخری نکاح آپؐ نے میمونہؓ سے کیا تھا۔

جناب خدیجہؓ کے علاوہ تمام مذکورہ ازواجِ مطہرات آں حضرتؐ کے وصال کے بعد تک زندہ رہیں۔

حضرت صفیہؓ اور اُم حبیبہؓ کے علاوہ باقی تمام ازواج کا مہر ۵۰۰ درم تھا۔

اولاد

آں حضرتؐ کے ایک صاحب زادے قاسم تھے۔ انہی کے نام پر آں حضرتؐ کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہے۔ دوسرے صاحب زادے عبداللہ تھے۔ ان کو طیب و طاہر کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض کا کہنا ہے کہ طیب، طاہر سے غیر تھے۔

زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور خاتونِ جنّت فاطمہ رضی اللہ عنہا صاحب زادیاں تھیں۔

جناب فاطمہؓ عمر میں سب سے چھوٹی تھیں۔

صاحب زادوں کا وصال زمانۂ اسلام سے پہلے ہی ہو چکا تھا، لیکن

تمام صاحب زادیوں نے اسلام کی دولت پائی۔ یہ تمام اولاد جناب خدیجہؓ کے بطن سے تھی۔

بعدازاں مدینہ منوّرہ میں ماریہ قبطیہ کے بطن سے جناب ابراہیمؓ پیدا ہوئے، لیکن صرف سترہ دن یا بقول بعض سات ماہ زندہ رہے۔

جناب فاطمہؓ کے علاوہ آں حضرتؐ کی تمام اولاد آپؐ کی حیاتِ اقدس ہی میں وفات پا گئی۔ جناب فاطمہؓ کا وصال حضورؐ سے چھ ماہ بعد ہوا۔

جناب زینبؓ کا نکاح ابی العاص سے ہوا۔ ان کے ہاں ایک صاحب زادہ علیؓ اور ایک صاحب زادی امامہؓ پیدا ہوئے۔ صاحب زادہ نے بچپن ہی میں وفات پائی، لیکن امامہؓ سے جناب امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ زہرہؓ کے وصال کے بعد شادی کی۔ پھر حضرت علیؓ کے وصال کے بعد یہ مغیرہ بن نوفل بن حارث کے نکاح میں آئیں اور ان سے یحییٰ نام ایک لڑکا پیدا ہوا۔

جناب فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا۔ جناب حسنؓ، حسینؓ، رقیہؓ، زینبؓ اور ام کلثومؓ آپ کی اولاد تھیں۔ جناب محسنؓ کا وصال صغر سنی ہی میں ہو گیا۔ اور جناب رقیہ بھی قبلِ بلوغ رحلت فرما گئیں۔

جناب زینبؓ کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا۔ اُن کے ہاں ایک صاحب زادہ پیدا ہوا۔ جس کا نام علیؓ تھا۔ لیکن یہ صاحب زادہ پیدائش سے کچھ دن بعد ہی انتقال کر گیا۔

ام کلثومؓ سے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا نکاح ہوا۔ اور ایک لڑکا زید نامی تولد ہوا۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد ام کلثوم کا نکاح عون بن جعفر سے ہوا۔ اور عون کے انتقال کے بعد عبداللہ بن جعفر کے عقد میں آئیں

آنحضرتؐ کے دوسرے قرابت دار

آنحضرتؐ کے گیارہ چچے اور چھ پھوپھیاں تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

حارث۔ قثم۔ زبیر۔ حمزہ۔ عباس۔ ابوطالب۔ عبدالکعبہ۔ حجل۔ ضرار۔
غیداق اور ابولہب۔ صفیہ۔ عاتکہ۔ اروی۔ ام حکیم۔ برہ۔ اُمیمہ۔

چچوں میں سے صرف حمزہؓ اور عباسؓ ایمان لائے۔

پھوپھیوں میں سے صرف جنابہ صفیہ ایمان لائیں۔

کنیزکیں

ان کی تعداد گیارہ ہے۔

۱ — سلمیٰ
۲ — اُم رافع
۳ — رضویٰ
۴ — اُمیمہ
۵ — اُم ضمیر
۶ — ماریہ
۷ — شیریں
۸ — اُم ایمن
۹ — میمونہ بنت سعد
۱۰ — خضرہ
۱۱ — خویلہ

خدام

گیارہ تھے۔

۱۔ انسؓ بن مالک
۲۔ ابوذر غفاریؓ
۳۔ ہند اور اسماء (دختران حارثہؓ)
۴۔ سعد ابن کعبؓ اسلمی
۵۔ عبداللہ بن مسعودؓ
۶۔ عقبہ بن عامرؓ
۷۔ بلالؓ
۸۔ سعدؓ
۹۔ ذو مخبرہؓ
۱۰۔ بکیر بن شداخ
۱۱۔ لیثی

چوکیدار

آٹھ تھے۔ سعد بن معاذؓ بدر کے دن خدمت میں تھے۔ غزوہ اُحد میں زکوان بن عبد قیسؓ اور محمد ابن مسلمہؓ انصاری تھے۔ غزوہ خندق میں زبیرؓ چوکیداری پر مامور تھے۔

عباد بن بشرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابو ایوبؓ اور بلالؓ نے وادی القریٰ میں پہرا دیا۔

جب یہ ارشاد باری نازل ہوا۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔ تو آں حضرتؐ نے پہرا موقوف کر دیا۔

قاصد

آنحضرتؐ کے ایلچی گیارہ تھے۔

عمرو بن امیہ کو اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ کے دربار میں بھیجا۔ اصحمہ نے آں حضرتؐ کا خط اپنی آنکھوں سے لگایا اور اس کی تعظیم میں تخت سے نیچے اتر آیا اور اسلام قبول کر لیا۔ بحالتِ اسلام نو برس کے بعد آں حضرتؐ کی حیات ہی میں اُس نے انتقال کیا۔ آں حضرتؐ نے اس خوش نصیب پر غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔

ہرقل شاہِ روم کے پاس دحیہ کلبیؓ بھیجے گئے۔ اُس نے آں حضرتؐ کی نبوّت کے بارہ میں چند سوالات کئے اور دلائل سے آں حضرتؐ کی صداقت

اس پر ثابت ہو گئی۔ اس نے اسلام قبول کرنے کا قصد کیا۔ لیکن اس کی قوم آڑے آئی۔ اور وہ سلطنت سے محرومی کے خیال سے ایمان نہ لایا۔

عبداللہ بن حذافہؓ کو کسریٰ شاہِ فارس کے یہاں بھیجا۔ کسریٰ نے آنحضرتؐ کا خط ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ آں حضرتؐ کو خبر ہوئی، تو فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر دے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ فرمودۂ پیمبرؐ پورا ہو کر رہا۔

طالب ابن ابی بلتعہؓ کو مقوقس شاہِ مصر و اسکندریہ کے پاس روانہ کیا گیا، وہ اسلامی عقائد سے متاثر ہوا اور آں حضرتؐ کی خدمت میں دو کنیزیں ماریہ قبطیہ اور شیریں نام بھیجیں۔ ایک روایت میں ہے کہ بیس عدد نئی پوشاکیں اور ایک ہزار دینار کی رقم بھی نذر کی۔

عمر بن العاصؓ کو عمان کے دو حکمرانوں جیفر اور عبداللہ کے پاس روانہ کیا۔ یہ دونوں بھائیؓ دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے۔ اور انہوں نے عمر بن العاص کو عمان کا قاضی مقرر کر دیا۔ نیز مالِ زکوٰۃ کے وصول کرنے کی اجازت بھی دے دی۔ عمر بن العاصؓ آں حضرتؐ کے وصال تک وہیں مقیم رہے۔

سلیط بن عمرؓ کو رئیس یمامہ ہوذہ بن علی کے پاس بھیجا گیا۔ رئیس یمامہ نے فرستادہ کی عزت تو کی، لیکن آں حضرتؐ کی خدمت میں کہلوا بھیجا کہ میں اپنی قوم کا خطیب اور شاعر ہوں، مجھے امرِ خلافت میں بعض تصرّفات کا اختیار دیجیے۔ آں حضرتؐ نے منظور نہ فرمایا اور وہ مسلمان نہ ہوا۔

شام کے شہر بلقا کے حاکم کی طرف شجاع ابن وہب بھیجے گئے لیکن اس بدبخت حاکم نے آں حضرتؐ کا دعوت نامۂ اسلام پھاڑ کر پھینک دیا اور لشکر کشی کی دھمکی دی۔ لیکن شاہِ روم نے اس کو ایسا کرنے سے منع کیا۔

یمن میں حارث حمیری کے پاس مہاجر ابن امیہؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ تشریف لے گئے۔ اور بحرین کے شاہ منذر بن ساوی کے پاس علاء بن الحضرمی گئے۔ ان ملکوں کے بادشاہوں اور رعیّت نے بے چون و چرا اسلام قبول کر لیا۔

محررین

دربارِ رسالت میں جو اصحابی منشی کے فرائض انجام دیتے تھے، اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ خلفائے اربعہ رضؓ
۲۔ عامر بن فہیرہ رضؓ
۳۔ عبداللہ بن ارقم رضؓ
۴۔ ابی بن کعب رضؓ
۵۔ ثابت بن قیس بن شماس رضؓ
۶۔ خالد بن سعید رضؓ
۷۔ حنظلہ بن ربیع رضؓ
۸۔ زید بن ثابت رضؓ
۹۔ معاویہ رضؓ
۱۰۔ شرجیل بن حسنہ رضؓ

مقربین خاص

ان کے نام یہ ہیں :-

۱ — خلفائے اربعہ رض
۲ — حضرت حمزہ رض
۳ — جعفر رض
۴ — ابوذر رض
۵ — مقداد رض
۶ — سلمان رض
۷ — حذیفہ رض
۸ — عبداللہ بن مسعود رض
۹ — عمار رض
۱۰ — بلال رض

عشرہ مبشرہ

۱۔ خلفائے اربعہ رض
۲۔ سعد بن ابی وقاص رض
۳۔ زبیر بن العوام رض
۴۔ عبدالرحمٰن بن عوف رض
۵۔ طلحہ بن عبید اللہ رض
۶۔ ابو عبیدۃ بن الجراح رض
۷۔ سعید بن زید رض

اموال ومواشی

آنحضرتؐ کے پاس سواری کے لئے دس گھوڑے تھے۔

۱۔ سکب۔ اس گھوڑے پر آں حضرتؐ جنگ اُحد کے دن سوار تھے۔ اس کی پیشانی، بایاں بازو، پچھلی دو ٹانگیں سفید رنگ کی تھیں۔ آگے کی دائیں ٹانگ ہم رنگ بدن تھی۔ اس کا جسم ہموار اور مناسب طور پر فربہ تھا۔

۲۔ مرتجز۔ اس کا نام خوبیٔ آواز کی وجہ سے مرتجز ہے۔

۳۔ لزاز۔ مقوقس شاہِ مصر نے ہدیۃً بھیجا تھا۔

۴۔ لحیفہ۔ ربیعہ نے پیش کیا تھا۔

۵۔ ظرب۔ فروہ جذامی کا ہدیہ تھا۔

۶۔ وردہ۔ تمیم داری نے خدمت میں نذر گذارا تھا۔

۷تا۹۔ ظرلیس، حلدوح اور سجہ۔ یہ تینوں گھوڑے یمن کے تاجروں سے خرید کیئے گئے تھے۔ اور یہ تینوں بہت کشادہ گام اور تیز رفتار تھے۔

آں حضرتؐ کے پاس سواری کے لئے تین خچر بھی تھے۔

۱۔ دُلدل۔ یہ مقوقس شاہ مصر نے بھیجا تھا۔ یہ پہلا خچرؐ ہے جس پر آپؐ نے سواری فرمائی۔

۲۔ فِضّہ۔ ابو بکر صدّیقؓ نے ہدیہ پیش کیا تھا۔

۳۔ آملیہ۔ شاہِ ایلہ نے پیش خدمت کیا۔

سرکار دو عالمؐ کے پاس ایک دراز گوش بھی تھا۔

کسی روایت میں مذکور نہیں کہ آں حضرتؐ کے پاس کوئی گائے بھینس تھی یا نہیں لیکن بیس اونٹنیاں (دودھ دینے والی) مدینہ منوّرہ کے قریب موضع غابہ میں موجود تھیں۔

بنی عقیل کے پالتو مویشیوں میں سے سعد بن عبادہ نے ایک اونٹنی خدمتِ سرکارؐ میں پیش کی۔

آں حضرتؐ ہجرت کے دن قصویٰ نام اونٹنی پر سوار تھے۔ اس اونٹنی

کو غضباء اور جدعاء بھی کہا گیا ہے۔ نزول وحی کے وقت اس ناقہ کے سوا کسی سواری نے حضورؐ کا بوجھ برداشت نہیں کیا۔ ایک مرتبہ کسی اعرابی کے اونٹ سے اس کی دوڑ ہو گئی۔ اونٹ بڑھ گیا۔ صحابہ کرامؓ کو یہ بہت شاق گذرا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امورِ دنیا میں کسی کو غالب نہیں کرتے جب تک کہ وہ مغلوب نہ ہو جائے۔

آں حضرتؐ کی ملکیت میں سو عدد بکریاں بھی تھیں۔ ایک بکری آپؐ کے دودھ پینے کے لئے خاص طور پہ مہیا کی گئی تھی۔

ایک سفید رنگ کا مرغ بھی آں حضرتؐ کے پاس تھا۔

ہتھیار اور آلات

آں حضرتؐ کی ملکیت میں نو عدد شمشیریں بھی تھیں۔

ذوالفقار۔ یہ تلوار اموال بنی حجاج سے غنائم بدر میں ہاتھ آئی تھی ایک رات آں حضرتؐ نے خواب میں دیکھا کہ یہ تلوار ایک طرف سے شکستہ ہو رہی ہے۔ تعبیر فرمائی کہ مسلمانوں کو ایک ہزیمت اٹھانا پڑے گی۔ چنانچہ اُحد کے دن یہ شکست دیکھنی پڑی۔

تین تلواریں قلعی، بتار اور حتیف اموالِ بنی قینقاع سے ہاتھ لگیں۔

ان کے علاوہ مجذم اور رسوب نامی تلواریں بھی تھیں۔

ایک تلوار آں حضرتؐ نے اپنے والدِ ماجد سے ورثہ میں پائی تھی۔

عضب نامی ایک تلوار سعد بن عبادہ نے پیش کی تھی۔

قضیب۔ یہ پہلی تلوار ہے جسے آں حضرتؐ نے پہلو سے باندھا۔

آں حضرتؐ کے پاس چار نیزے بھی تھے۔ ایک کا نام مثنیٰ تھا۔ باقی تین بنی قینقاع کے مالِ غنیمت سے ہاتھ آئے تھے۔

ایک اور چھوٹا نیزہ بھی تھا، جو عیدین کے موقع پر آں حضرتؐ کے سامنے رہتا تھا۔

ہاتھ بھر لمبی ایک خم دار چھڑی بھی آں حضرتؐ کے پاس تھی۔

عرجون نامی ایک متوسط عصا بھی تھا۔

ایک پتلی چھڑی ممشوق نامی بھی تھی۔

چار کمانیں اور ایک ترکش بھی تھا۔

ایک ڈھال کسی شخص نے نذر میں پیش کی۔ اس پر عقابی شکل بنی ہوئی تھی۔ آں حضرتؐ نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا اور یہ تصویر معدوم ہو گئی۔

انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی تلواروں کے قبضے اور نعل چاندی کے بنے ہوئے تھے (تلوار کے باریک حصے کو نعل کہتے ہیں)

قبضہ اور نعل کے درمیانی حصّے پر چاندی کے حلقے بنے ہوئے تھے۔

آں حضرتؐ کے پاس سعدیہ اور فضہ نام کی دو زرہیں تھیں اور یہ بھی بنی قینقاع کے اسلحہ میں سے ہاتھ آئی تھیں۔

ایک اور زرہ ذات الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ اس کو آں حضرتؐ نے جنگ حنین کے دن زیب تن فرمایا۔

کہتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ کی وہ زرہ جو قتلِ جالوت کے دن اُن کے جسم پر تھی، آں حضرتؐ کے پاس تھی۔

ایک آہنی خود بھی آں حضرتؐ کے پاس تھا۔ اس کا نام ذوالسبوغ ہے۔

آں حضرتؐ کے پاس چمڑے کا ایک کمر بند تھا، جس پر چاندی کے تین حلقے بنے ہوئے تھے۔

آں حضرتؐ کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔

ترکہ

وصال کے بعد آں حضرتؐ نے یہ چیزیں چھوڑیں۔

دو یمنی چادریں، ایک یمانی آزار بند، دو عدد صحاری کپڑے، ایک صحاری اور ایک سحولی قمیص، ایک یمنی جبہ، ایک منقش چادر، تین یا چار عدد چھوٹی دیوار والی ٹوپیاں، ایک رنگ دار لحاف۔

آں حضرتؐ کے پاس ایک چمڑے کا تھیلا بھی تھا جس میں آئینہ، کنگھی، سرمہ دان، قینچی اور مسواک رکھا کرتے تھے۔

سرورِ دو عالمؐ کا بچھونا چمڑے کا تھا۔ اس میں روئی کی جگہ کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔

آں حضرتؐ کے پاس ایک پیالہ تھا، جس پر مضبوطی کے چاندی کے پترے لگے ہوئے تھے۔ کانسی کا ایک برتن حنا وغیرہ کے استعمال کے لئے تھا۔ جب حضورؐ اپنے سر مبارک میں حرارت کا اثر محسوس کرتے، تو حنا استعمال فرماتے۔

آپؐ کے پاس بلوّر کا ایک پیالہ، ایک ڈول غسل کے لئے؛ ایک اور بڑا پیالہ اور ایک پتھر کا برتن بھی تھا۔

صدقۂ فطر ناپنے کے لئے ایک پیمانہ بھی تھا۔ اس پیمانہ کا وزن ۵۸½ تولہ تھا۔

چاندی کی انگشتری بھی آں حضرتؐ کے پاس تھی۔ اس میں نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ اور اس پر محمدؐ رسول اللہ کندہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ انگشتری لوہے کی تھی اور نگینے کو چاندی کے ٹانکے سے جوڑا گیا تھا۔

شاہ نجاشی نے دو جوڑے موزے آں حضرتؐ کی خدمت پاک میں ہدیۃً بھیجے اور آپ نے انہیں استعمال فرمایا۔

آں حضرتؐ کے کمبل اور عمامہ (جس کو سحاب کہا جاتا ہے) کا رنگ سیاہ تھا۔

عام استعمال کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے حضورؐ کے پاس ایسے بھی تھے، جنہیں خاص طور پر جمعہ کے دن پہنا کرتے تھے۔

ایک رومال بھی تھا، جس کو وضو کے بعد استعمال کرتے تھے۔

معجزاتِ نبویؐ

آں حضرتؐ کا بلند ترین معجزہ قرآنِ مجید ہے۔ اس کی بزرگی اس دعویٰ سے عیاں ہے کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ کے باوجود آج تک کوئی ایک سورۃ تو کیا، ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکا۔

آں حضرتؐ نے آئندہ اور گذشتہ سے متعلق واقعات کی خبر دی۔

شقِ صدر بھی آں حضرتؐ کا ایک معجزہ ہے کہ بچپن میں آں حضرتؐ کا سینہ اقدس شگاف دے کر ایمان و علم سے بھر دیا گیا تھا۔

آں حضرتؐ نے جب قصۂ اسریٰ اور بیت المقدس جانے کا واقعہ بیان فرمایا، تو کفار نے اُس کو جھٹلایا اور آں حضرتؐ سے بیت المقدس کے بارہ

ہیں نشانیاں طلب کیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس کو آپ پر منکشف فرمایا قوم نے جو کچھ پوچھا، حضورؐ نے اُس کا جواب دیا۔

شق القمر بھی معجزاتِ نبویؐ میں سے ہے۔

ایک مرتبہ قریش نے آں حضرتؐ کو شہید کرنے کی سازش کی۔ جب آپؐ سے سامنا ہوا، تو سب منصوبہ بازوں کی نظریں زمین پر گڑ گئیں۔ حضورؐ ان کے قریب تشریف لے گئے اور ایک مٹھی خاک اُن کے چہروں پر پھینکی اتفاق سے جس کسی کو کوئی کنکر جا کر لگا، وہ جنگِ بدر میں ہلاک ہوا۔

جنگِ حنین کے موقعہ پر بھی حضورؐ نے ایک مشتِ خاک کفار کی طرف پھینکی تھی اور اللہ تعالیٰ نے کفّار کو مغلوب کر دیا تھا۔

ہجرت کے دن جب آں حضرتؐ غار میں چھپے، تو مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا۔ تعاقب کرنے والوں نے خیال کیا کہ غار میں کوئی نہیں۔ جب سراقہؓ ابن مالک نے تعاقب کیا، تو اُس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں۔

آں حضرتؐ نے حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں دعا کی کہ اللہ تعالےٰ اُن کے سبب سے اسلام کو عزّت بخشے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی آنکھیں دکھنے آگئیں۔ آں حضرتؐ نے دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اُن کی آنکھوں کو گرمی اور دکھنے دونوں سے بچائے۔ اور اپنا لعابِ دہن بھی اُن کی آنکھوں میں لگایا۔ حضرت علیؓ کی آنکھیں اسی وقت اچھی ہوگئیں اور پھر کبھی کوئی تکلیف آنکھوں میں نہیں ہوئی۔

کسی زخم کی وجہ سے قتادہ بن النعمان کی آنکھ باہر نکل گئی۔ آں حضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کو اپنے مقام میں رکھ دیا۔ یہ آنکھ اُس کی دوسری آنکھ کی بہ نسبت زیادہ روشن اور خوبصورت ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حق میں تفسیرِ کلامِ پاک اور دین میں عطائے فہم کی دعا فرمائی۔ اور انہیں یہ نعمتیں مل گئیں۔

جابرؓ کے لئے کھجوروں کی فصل میں برکت کی دعا فرمائی۔ چنانچہ اُن کے پاس غریبوں کا حق ادا کرنے کے بعد تقریباً ۸۰ ے بار شتر کھجوریں بچ رہیں۔ نیز جابرؓ کا ایک اونٹ بہت سُست رفتار تھا۔ آں حضرتؐ کی دُعا سے سفر میں سب پر سبقت لے جانے لگا۔

حضرت انسؓ کے حق میں درازیٔ عمر، کثرتِ مال اور اولاد کی دُعا کی اور انہیں یہ تمام باتیں حاصل ہوگئیں۔

ایک مرتبہ بارش کے لئے جمعہ کے خطبہ میں دعائی فرمائی۔ آسمان پر ابر کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس کے باوجود مینہ برسنا شروع ہوا اور ایک ہفتہ تک برستا رہا۔ اگلے جمعہ کو پھر دعا کی، تو کہیں جا کر بارش بند ہوئی۔

آں حضرتؐ نے عتبہ بن ابی لہب کی ہلاکت کے لئے بددعا کی اور اسے ایک شیر نے پھاڑ کھایا۔

آپؐ نے ایک اعرابی کو اسلام کی دعوت دی۔ اُس نے صداقتِ اسلام پر گواہ مانگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، ہاں وہ درخت جو سامنے کھڑا ہے گواہی دے گا۔ درخت کی طرف حضورؐ نے دیکھا اور وہ اپنی جگہ سے حرکت کرتا ہوا آگیا اور تین مرتبہ صداقتِ اسلام پر گواہی دے کر اپنے مقام کی سمت لوٹ گیا۔

کسی جگہ آں حضرتؐ محوِ خواب تھے۔ ایک درخت دُور سے زمین کو چیرتا ہوا آپؐ کے قریب آیا۔ آپؐ بیدار ہوئے، تو صحابہ کرامؓ نے واقعہ عرض کیا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ اس درخت نے پروردگارِ عالم سے اجازت چاہی تھی کہ ہم پر سلام کہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے یہ اجازت اُسے دی تھی۔

بعثت کی رات درختوں اور پتھروں کا سرورِ کائناتؐ کے حضور میں

السلام علیک یا رسول اللہ کہنا بھی مذکور ہے۔

آں حضرتؐ نے فرمایا کہ مکۂ مکرمہ میں ایک ایسا پتھر موجود ہے جو بعثت سے قبل ہم پر سلام کہا کرتا تھا۔

ایک اونٹ آں حضرتؐ کی خدمت میں آیا اور زبانِ گویا سے اپنے مالک کی شکایت کی کہ اُسے گھاس کم دیتے ہیں اور کام زیادہ لیتے ہیں۔

ایک ہرنی نے سرکارِ دو جہاں کی خدمت میں عرض کیا کہ اُسے اپنے دو بچوں کو دُودھ پلانے کی اجازت بخشی جائے۔ آں حضرتؐ نے اُسے رہا فرما دیا۔

جنگِ بدر کے دن آں حضرتؐ نے پیش گوئی فرمائی کہ فلاں کافر اس جگہ اور فلاں اُس جگہ مرے گا۔ اور جس کافر کے لئے جو جگہ متعیّن فرمائی تھی، وہ اسی مقام پر کھیت رہا۔

آں حضرتؐ نے فرمایا کہ میری اُمّت سے ایک جماعت دریا میں کفّار سے جنگ آزما ہوگی اور اُم حرام ان میں موجود ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت عثمانؓ کے متعلق فرمایا کہ ان کو ایک بلائے شدید کا سامنا ہوگا۔ چنانچہ اُن کی شہادت کی صورت میں یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔

انصارؓ سے فرمایا کہ ہمارے بعد دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی یہ صورت معاویہؓ کے زمانہ میں ظاہر ہوئی۔

حضرت حسنؓ کے حق میں فرمایا کہ میرا یہ فرزند سردارِ قوم ہوگا۔ اور نزدیک ہے کہ خدائے عزّوجل ان کے سبب سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آں حضرتؐ نے اسود عنسی کذّاب کے قتل کے متعلق فرمایا کہ آج رات وہ یمن کے شہر صُنعا میں قتل کیا جائے گا اور فلاں شخص اس کا قاتل ہے۔

ثابت بن قیس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ زندگانی عیش سے گذارے گا اور مرنے پر شہادت کا مرتبۂ عظیم پائے گا۔ چنانچہ وہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔

ایک شخص مرتد ہو کر مشرکوں سے جا ملا۔ جب آں حضرتؐ کو اس کی موت کی خبر پہنچی، تو فرمایا کہ زمین اسے ہرگز قبول نہ کرے گی۔ چنانچہ جتنی بار اُسے دفن کرتے تھے، قبر باہر پھینک دیتی تھی۔

ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آں حضرتؐ نے پوچھا کہ دائیں ہاتھ سے کیوں نہیں کھاتے۔ اس نے دائیں ہاتھ کے معذور ہونے کا جھوٹ

بہانہ کیا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا کرے تیرے دہنے ہاتھ میں توانائی نہ رہے چنانچہ اس ہاتھ کی قوّت بالکل سلب ہو گئی۔

فتح مکّہ کے دن آں حضرتؐ مسجد الحرام میں تشریف لے گئے۔ کعبۃ اللہ کے اردگرد بُت رکھے تھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک چابک تھا۔ زبان مبارک سے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا فرما کر چابک سے اشارہ کرتے جاتے اور بُت اوندھے ہوتے جاتے تھے۔

مازن بن عضوبہ کا واقعہ بھی یہاں قابلِ تحریر ہے۔ اس نے ایک بُت کے ڈھانچے سے یہ اشعار سُنے۔

یا مازن اسمع تسر   ظھر خیرا و بطن شرّ
بعثَ نبیٌ من مُضر   بدین اللہ الاکبر
فدع نحیتا من حجر   تسلم من حرّ سقرَ

چنانچہ مازن اسلام لے آئے۔

سواد بن قارب دورِ جہالت میں کاہن تھے۔ جنّ وغیرہ انہیں مستقبل کی خبریں بتایا کرتے۔ ایک جنّ مسلسل آں حضرتؐ کی بعثت کی خبر دیتا رہا۔ اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کو قبول کرنے کی تلقین کرتا رہا۔ سواد نے خبر کے بموجب

اسلام قبول کر لیا تھا۔

ایک صاع جَو سے آں حضرتؐ نے غزوۂ خندق میں تقریباً ایک ہزار نفوس کے کھانے کا انتظام فرما دیا۔ تمام سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے کہیں زیادہ مقدار میں بچ بھی گیا۔

ایک مرتبہ سامانِ رسد ختم ہو رہا تھا۔ آنحضرتؐ نے لشکر والوں سے بقیہ توشہ کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور برکت کی دعا فرمائی۔ بعد ازاں اس کو تقسیم فرمایا، جو تمام لشکر کے لئے کافی ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ آں حضرتؐ کی خدمتِ اقدس میں مٹھی بھر کھجوریں لے کر آئے۔ اور ان میں برکت کی دُعا کرنے کو کہا۔ حضورؐ نے دعا کی۔ ابوہریرہؓ عرض کرتے ہیں کہ میں نے ان کھجوروں کو زنبیل میں رکھ دیا اور بقدرِ ضرورت نکالتا رہا۔ کئی وسق اس میں سے خیرات بھی کی، لیکن کھجوریں کم نہ ہوئیں ایک عرصہ تک یہ کیفیت رہی۔ حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد یہ برکت جاتی رہی۔

آں حضرتؐ نے ایک پیالہ شہد سے اہلِ صُفہؓ کی دعوت فرمائی۔ حضرت ابوہریرہؓ کا کہنا ہے کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس وقت اہلِ

حضورؐ طعام سے فارغ ہو چکے تھے اور پیالہ میں کناروں پر لگے ہوئے ثرید کے سوا کچھ موجود نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے اسی کو اپنی مبارک انگلیوں سے جمع فرمایا، اور مجھے عنایت فرماتے ہوئے کہا کہ کافی ہے نام اللہ کی برکت۔ اس کو کھا لے حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں ایک ہی لقمہ سے سیر ہو گیا۔

ایک مقام پر فقدانِ آب کے وقت آنحضرتؐ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا۔ اس پانی کو ایک ہزار چار سو صحابہ کرامؓ نے پیا اور وضو کیا۔

آنحضرتؐ کی خدمتِ بابرکت میں صحابہ کرامؓ ایک پیالہ لائے۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ پیالہ کا حجم بھی کچھ بڑا نہ تھا۔ آپؐ نے اپنی چار انگلیاں اس میں ڈبو دیں۔ پھر فرمایا، اے مسلمانو! آؤ۔ چنانچہ پانی اس قدر ہو گیا کہ تقریباً ستر یا اسی صحابہؓ نے اس سے وضو کیا —— غزوہ تبوک میں ایک مقام پر تھوڑا سا پانی نظر آیا۔ اس سے ایک آدمی بھی بہ مشکل سیراب ہو سکتا تھا اور لشکر تمام پیاسا تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور حکم فرمایا کہ اس کو مقامِ آب میں گاڑ دیا جائے۔ پانی جوش کھا کر اُبلا اور لشکر کے تیس ہزار مجاہدوں نے اسے پیا —— ایک قبیلہ کے چند آدمی حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمارے کنویں کا پانی نمکین ہے۔ آنحضرتؐ ایک جماعت صحابہؓ کی لے

کہ وہاں پہنچے اور کنوئیں میں اپنا لعابِ دہن ڈالا۔ اس دن کے بعد کنوئیں سے آبِ شیریں جاری ہو گیا اور مقدار بھی اتنی زیادہ ہو گئی کہ جس قدر نکالتے تھے، کم نہ ہوتا تھا ——— ایک عورت اپنے لڑکے کو دربارِ رسالت میں لائی۔ لڑکا سر سے گنجا تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنا دستِ شفقت اس کے سر پر پھیرا اور وہ تندرست ہو گیا۔ اہل یمامہ نے اس واقعہ کو سنا۔ اسی نواح سے ایک عورت اپنے تندرست لڑکے کو مسیلمہ کذاب کے پاس لے گئی۔ مسیلمہ نے اپنا ہاتھ لڑکے کے سر پر پھیرا اور وہ گنجا ہو گیا۔ اور یہ مرض اس کی نسل میں بھی باقی رہا۔

جنگِ بدر کے دن عکاشہؓ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضرتؐ نے ایک معمولی لکڑی کی جڑ اُن کو عنایت فرمائی، جو تلوار کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ یہ تلوار حضرت عکاشہؓ کے پاس مدت العمر رہی ——— جنگِ خندق کے موقعہ پر ایک سخت پتھر سے سامنا ہوا۔ صحابہ کرامؓ ہر چند کہ اُسے توڑتے تھے، پر وہ ٹوٹتا نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اس پر کدال مارا اور وہ ریت کی مانند اڑ گیا ——— ابی رافع کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ اس پر پھیرا، پاؤں بالکل ٹھیک ہو گیا، جیسے کبھی کوئی خرابی اس میں واقع ہوئی ہی نہ تھی ——— معجزاتِ نبویؐ کا بیان ایک مبسوط کتاب کے حجم سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ لہٰذا ہم یہاں مذکورہ معجزات پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

وصالِ مبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ برس کی عمر میں دوشنبہ کے دن ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو چاشت کے وقت انتقال فرمایا۔ کل چودہ روز بیمار رہے چہارشنبہ کی رات کو مدفون ہوئے۔

جب نزع کا وقت قریب آیا، تو حضورؐ کے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ پڑا تھا۔ اس میں اپنا دستِ مبارک تر کرکے اپنے چہرۂ اقدس پر مسح کرتے اور فرماتے جاتے اللّٰھمّ اعنّی علٰی سکراتِ الموت۔ اے اللہ! تکالیفِ مرگ میں میری اعانت فرما۔

جب وصال ہو چکا، تو جسمِ اطہر کو یمنی چادروں سے ڈھانپ دیا گیا۔

ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ یہ چادریں فرشتوں نے آں حضرتؐ پر ڈالی تھیں

ایسے اندوہگیں اور قیامت بدوش صدمے کے وقت بعض صحابہؓ نے شدتِ الم کی وجہ سے آں حضرتؐ کے وصال کا سرے سے انکار ہی کر دیا۔

حضرت عمرؓ خصوصیت سے وصال کا یقین ہی نہ کرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ تو بالکل ہی گنگ ہو گئے۔

حضرت علیؓ جہاں بیٹھے تھے، بیٹھے رہ گئے۔

اس دن صحابہ کرامؓ میں حضرت عباسؓ اور ابو بکرؓ سا مضبوط دل کوئی نہ تھا۔

حجرۂ اقدس سے یہ آواز سن پڑی (کہنے والا دکھائی نہ دیا) کہ آں حضرتؐ طاہر و مطہر ہیں، آپؐ کو غسل نہ دیا جائے۔ اس آواز کے فوراً بعد ایک اور آواز سنائی دی کہ آں حضرتؐ کو غسل ضرور دیا جائے۔ دوسری آواز کے ساتھ ہی یہ کلمات بھی سنائی دیئے کہ میں خضرؑ ہوں اور پہلی آواز شیطان کی تھی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ سے حضورؐ کی تعزیت ان الفاظ میں کی:-

فی اللہِ عَزَاءٌ مِنْ کُلِّ مُصِیبَۃٍ   اللہ تعالےٰ کے پاس ہر مصیبت

خَلَفًا مِنْ کُلِّ ھَالِكٍ وَدَرَكًا   کا مداوا ہے۔ ہر مرنے والے کا
مِنْ کُلِّ فَائِتٍ فَبِاللّٰہِ فَثِقُوْا   عوض بھی ہے۔ پس خدا پر اعتماد
وَاِیَّاہُ فَارْجُوْا فَاِنَّ الْمُصَابَ   رکھو اور اسی کی طرف رجوع کرو
مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ ط   حقیقت میں مصیبت زدہ وہ
ہے، جو مصیبت کے ثواب سے محروم رہے۔

صحابہ کرامؓ میں غسل دینے کے وقت اختلاف ہوا کہ حضورؐ کو کپڑوں سمیت غسل دیا جاوے یا اُن کو نکال دیا جائے۔ لیکن ان کو اس موقعہ پر خواب کا غلبہ ہو گیا۔ اور کسی کہنے والے نے خواب میں ان سے کہا کہ آں حضرتؐ کو لباسِ اطہر ہی میں غسل دیا جائے۔ صحابہ کرامؓ بیدار ہوئے اور غیبی اشارے کے مطابق عمل کیا۔

غسل دینے والوں میں حضرت علیؓ اور عباسؓ اور اُن کے دو بیٹے فضلؓ اور قثمؓ تھے۔ ان کے علاوہ آں حضرتؐ کے دو غلام سقرانؓ اور اسامہؓ بھی تھے اس وقت اوس انصاریؓ بھی وہیں موجود تھے۔

آں حضرتؐ کی تکفین سفید رنگ کی تین یمنی چادروں میں کی گئی۔ ان چادروں کو والئے دو جہاںؐ کے جسم اقدس پر لپیٹا گیا۔ یہ چادریں نہ تو سی گئیں

اور نہ ہی کفنی اور عمامہ بنایا گیا۔

آں حضرتؐ کی نماز جنازہ تمام صحابیوں نے فرداً فرداً پڑھی۔ اور کسی نے بھی امامت نہ کرائی۔

قبرِ اقدس میں شقرانؓ نے قطیفۂ سُرخ جسے آں حضرتؐ اپنی زندگی میں پہنا کرتے تھے، بچھائی۔ لحدِ مبارک بند کی گئی اور مضبوطی کی غرض سے اس پر نو عدد کچی اینٹیں لگائی گئیں۔

قبرِ اقدس کے اندرونی حصّہ کے لحد بنانے یا شق کرنے پر صحابۂ کرام میں اختلاف ہوا۔ کوئی بغلی بنانے کا حامی تھا اور کوئی شق کی صورت بنانا چاہتا تھا۔ قرار پایا کہ سب لوگ وہاں سے چلے جائیں اور پھر جو شخص یہاں پہلے پہنچے جیسا چاہے کرے۔ چنانچہ بغلی کھودنے والا پہلے پہنچا۔ یہ سب کچھ جناب عائشہؓ کے حجرہ میں ہوا۔

آں حضرتؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی وہیں دفن ہوئے۔

سید المرسلینؐ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

ترجمہ

عزیز ملک

ادبستان۔ لاہور